January, 1973

رحمۃ اللہ علیہ

انوار الصوفیہ رسالہ پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام ۱۹۰۴ کو شروع کروایا تھا رسالہ انوار الصوفیہ کی ۴۲ جلدیں مہیا کرنے پر جناب محمد محمود صاحب کا مشکور ہو اور ان رسائل کا سکین کا تمام کام شیخ معزالدین فاونڈیشن کے بانی جناب پروفیسر محمد عاطف صاحب نے کروایا ہے،(بختیار حسین جماعتی) رسائل کی لسٹ درج ذیل ہے

1	1950 February	15	1965 March	29	1973 October
2	1950 March	16	1966 September	30	1973 November
3	1959 May June	17	1966 October	31	1974 February
4	1959 Sept October	18	1966 November	32	1974 April
5	1961 March	19	1967 October	33	1974 May June
6	1961 September	20	1968 October Nov	34	1974 July
7	1961 October Nov	21	1971 Agust	35	1974 May June
8	1962 April	22	1971 December 1972 Jan	36	1975 Agust
9	1962 January	23	1971 May	37	1975 July
10	1962 November	24	1971 July	38	1975 May
11	1962 December	25	1971 Semptember	39	1975 September
12	1963 March	26	1972 April	40	1976 Nov Dec
13	1964 May JUne	27	1973 January	41	1976 Sep Oct
14	1964 JUNE	28	1973 September	42	1977 March April

بر سرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

بہ نظر عنایت

حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ

بہ ظلِ عاطفت

حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری،

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

جلد ۱۶ بابت ماہ جنوری ۱۹۷۳ء مطابق ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ شمارہ ۶۴۲

ایڈیٹر

غلام رسول گوہر

مدیر معاون: مولانا عبد العزیز نقشبندی مرتضائی

فہرست

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۶ روپے
معاونین سے	۱۵ روپے
سرپرست حضرات سے	۳۰ روپے

مقامِ اشاعت } اندرون کوٹ عثمان خاں ۔ قصور

سرخ نشان ○

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ اس ماہ ختم ہو گیا ہے لہٰذا آپ فوراً مبلغ چھ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔ اگر خریداری مطلوب نہیں ۔ تو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دیجئے بصورت دیگر آئندہ رسالہ بصورت وی۔پی ارسال خدمت ہوگا۔

پبلشر غلام رسول گوہر نے لاہور آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر کوٹ عثمان خاں قصور سے شائع کیا

سراپا کرم ہیں محمدؐ ہمارے

وہ سنتے ہیں سب کی جو ان کو پکارے
سراپا کرم ہیں محمدؐ ہمارے

وہی در پہ پہنچے وہ جس کو پکاریں
وگرنہ کئی پھرتے ہیں مارے مارے

یہیں سے اٹھا کرتا ہے ابرِ رحمت!
اسی در سے بہتے ہیں رحمت کے دھارے

وہی تو ہیں سرمایۂ زندگانی!
ترے آستاں پر جو لمحے گزارے

ہیں آزاد فکر و غمِ دو جہاں سے
جو بندے ہیں مولا ترے غم کے مارے

وہی حق رسیدہ و مقبولِ یزداں
شہِ دوسرا ہو گئے جو تمہارے

ملے نقشِ پا اسے خوشا ان کا انجم
جبیں حشر تک اس پہ سجدے گزارے

مدیر مسئول غلام رسول گوہر

ہمچو ما دیگرے نیست!

اوپر کا مقولہ زبان زدِ عوام ہے جس کا معنے ہے "ہم جیسا دوسرا نہیں"۔ عربی میں اس کو عجب یا اعجاب اور فارسی میں خود پسندی کہتے ہیں۔ باطنی امراض میں یہ ایک بڑا خطرناک اور مہلک مرض ہے۔ عموماً یہ مرض ان لوگوں کو ہوتا ہے جو وہ نہیں ہوتے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں مثلاً نام نہاد علماء جو علما سا لباس زیب تن کرکے اور ان کی سی صورت بنا کر کسی مسجد کے خطیب یا امام ہوتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے کریما نام حق بھی کسی استاد سے نہیں پڑھا ہوتا یا چند نامکمل کتابیں پڑھی ہیں مگر تعلیم کو اس کے معیار کے مطابق اس کی تکمیل تک نہیں پہنچایا اور جو چند کتابیں پڑھی ہیں وہ فہم کے ساتھ نہیں پڑھیں ورنہ ناممکن تھا کہ وہ تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر خطیب یا واعظ بن جاتے۔

ایسے خطبا و واعظ اپنے گلے اور خوش آوازی کے سہارے لوگوں کے دلوں میں اگرچہ اتر جاتے ہیں، اور عوام میں عزت و وقار کا مقام پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں لیکن ان کو حدیث و تفسیر اور فقہ کا علم کافی نہیں ہوتا ان کے وعظ کا سرمایہ چند اردو کی کتابیں یا اردو تراجم اور ماہواری رسائل و جرائد ہوتے ہیں یا کسی واعظ کی نقالی اور اس کی روایات — ایسے خطیب خود بھی گمراہ اور سامعین کو بھی گمراہ کرنے کا موجب ہوتے ہیں۔ علماء کی یہ قسم ہمچو ما دیگرے نیست کا مصداق ہوتی ہے۔ جب وہ منبر پر بیٹھ کر لوگوں کو وعظ سناتے ہیں تو ان کا رنگ ڈھنگ اور ہیئت کذائیہ اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے غزالی ہیں ان کی خوش بیانی اور فصاحت لسانی اور زبان کی طلاقت اور عشقیہ اشعار خوانی سے لوگ متاثر ہو کر جب فلک شگاف نعرے لگاتے ہیں، تو وہ اس مقام پر آجاتے ہیں جس کو ہمچو ما دیگرے نیست سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

بہت سے خطیب میرے علم میں ہیں کہ وہ کریما بھی نہیں پڑھے ہوئے مگر ہیں خطیب۔ اور لوگ ان کو حضرت مولانا وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں۔ ایک صاحب جمعہ کے دن میرے سامعین سے تھے۔ جمعہ وہ میری مسجد میں ادا کرتے تھے موٹی منش تھے، شکل و صورت ڈیل ڈول اچھی تھی۔ میرے وعظ پر بہت خوش ہوتے اور جھومتے۔ بازار میں جب ملتے تو فرط ادب سے جھک جاتے۔ بڑی خدمت کرتے۔ ان کو اچانک خطابت کرنے کا دورہ پڑنے لگا۔ چھوٹی چھوٹی مسجدوں میں انہوں نے وقتاً فوقتاً وعظ کہنا شروع کر دیا۔ جس مسجد کا خطیب بیمار یا مسافر ہوتا وہ صاحب وہاں پہنچ کر منبر پر براجمان ہو جاتے اور وعظ فرماتے۔ ڈیل ڈول

تو پہلے ہی اچھی تھی۔ لباس بھی اچھا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ ایک مسجد کے خطیب ہوگئے۔ اب ان کا یہ حال ہے کہ "ہمچو ما دیگرے نیست" کے مریض ہیں۔ راستہ میں ملتے ہیں تو نظر چرا کر اور کنی کترا کر نکل جاتے ہیں۔ علیک سلیک نہیں کرتے۔

ایک اور صاحب ہیں جو میرے معتقدین میں سے تھے۔ دن میں کئی دفعہ ملتے، سراپا ادب بجا لاتے۔ ایک دو دفعہ بزرگوں کی رسم کے مطابق کچھ شیرینی اور کچھ نقد بطور نذرانہ پیش کر کے کریما شروع کیا مگر ایک دو سطریں پڑھیں، آگے نہ چل سکے۔ آخر چھوڑ دیا۔ ان کی قسمت اچھی تھی کہ ایک مسجد جو نئی ہی تعمیر ہوئی تھی۔ ان کی شکل و صورت کو دیکھ کر کہ مولویوں کی طرح ہے اور خوش آواز بھی ہیں، نعتیں خوب پڑھتے ہیں — اہل محلہ نے عہدۂ خطابت ان کو سونپ دیا۔ اب وہ کئی سالوں سے جمعہ پڑھا رہے ہیں سنا ہے کافی رونق ہوتی ہے۔ اب وہ چنگے بھلے حضرت مولانا صاحب ہیں۔ وعظ کہنے کا ان کو ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ اگر نعت بھی پڑھیں تو صاف نہیں پڑھ سکتے۔ ایک ایک شعر کے بعد وعظ کرتے ہیں۔ وہ بھی ایسے غائب ہیں کہ مہینوں تک زیارت نہیں ہوتی۔

بعض ایسے ہی مولویوں اور خطیبوں نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب کا لب و لہجہ اور لباس اختیار کیا ہوا ہے اور وہ عجب کے سبب اپنے آپ کو مولانا محمد عمر کا مثل سمجھتے ہیں اور بعض واعظین نے حضرت مولانا محمد شریف نوری کا انداز تکلم اختیار کیا ہے مگر چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اس قسم کے کئی مولوی عجب کا شکار ہیں اور وہ اپنی نظر میں اپنے سوا کسی کو دیکھتے ہی نہیں۔ اسی طرح کئی لوگوں نے صوفیاء کرام اور پیران عظام کا لبادہ پہنا ہوا ہے اور ان کا باطن اس چیز سے بالکل کورا ہے جس چیز کا انہوں نے لباس پہنا ہے۔ یہ نام نہاد صوفی اور پیر سمجھتے ہیں کہ خاص قسم کی صورت بنا لینے اور خاص قسم کا لباس پہن لینے سے آدمی صوفی یا پیر ہو جاتا ہے۔ حالانکہ بزرگی یا صوفی ہونا نہ کسی صورت کی محتاج ہے اور نہ کسی خاص قسم کے لباس کی۔ صوفی یا پیر وہ ہے جو عالم شریعت ہو کر اس کا عامل ہو خواہشات نفس کا تابع نہ ہو اس کے ہر کام میں للہیت اور خلوص کا جذبہ کارفرما ہو۔ اس کے باوجود اپنے آپ میں تقصیرات اور کوتاہیاں دیکھتا ہو۔ اس کا حال نزدور۔ تکبر اور فخر سے خالی ہو۔ بدخلق نہ ہو۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو۔ رموزات تصوف اور اشارات طریقت سے آشنا اور آگاہ ہو۔ ایثار و محبت کا پیکر ہو۔ زمین پر اکڑ کر نہ چلے۔ اپنے آپ کی تشہیر نہ کرے بلکہ تا حد امکان اخفا میں رکھے۔ مہمان نواز ہو اور کمزوروں کی امداد کرنے والا ہو۔ خندہ رو ہو۔ رزق حلال کا طالب ہو اور ہاتھ اور محنت سے کمانے کا خوگر ہو۔ دنیا اور دنیا داروں کی دنیا کی وجہ سے محبت کرنے والا نہ ہو۔ اگر محبت کرے تو ان کی اصلاح کے لئے۔ اس کی نظر لوگوں کے مال پر نہ ہو۔ گوشہ نشینی عبادت کے لئے ہو نہ کہ روٹی کمانے کے لئے۔ جو برگزیدہ ہستیاں ان مذکورہ اوصاف سے متصف ہیں۔ ان کی محبت اور ان کی زیارت کبریت احمر ہے اور یہ حضرات عجب سے دور اور تکبر سے نفور ہوتے ہیں اور جنکی ہمت صرف لباس اور شکل و

صورت کے سنوارنے میں صرف ہوتی ہے وہ نصیحت کا سرمایہ کھلی آستینوں کی قمیص اور ٹوپی اور ہلکا پھلکا جوتا - کنگا اور شیشہ اور سرمہ، مسواک اور تسبیح سمجھتے ہیں - وہ نام نہاد صوفی اور پیر بنے پھرتے ہیں - یہ عجب کے دلدل میں گھرے ہوتے ہیں - ایسے دور اور بہت دور رہنے میں ہی فلاح ہے - ان کا مقصد خدا طلبی نہیں بلکہ دنیا طلبی ہے

اب ذیل میں چند احادیث ذکر کروں گا جن میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عجب کی مذمت فرمائی ہے اور اس سے نفرت دلائی ہے، شاید ایسے مولویوں اور پیروں کو ہدایت نصیب ہو۔

قرآن پاک میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

ولا تصعر خدك للناس ولا تمش في الارض مرحا

" نہ پھیر اپنے رخسار کو لوگوں سے اور زمین پر اکڑتا ہوا نہ چل "

جو شخص اپنے آپ کو دوسرے سے افضل یا بہتر جانتا ہے اس کی صفت یہی ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو حقیر جان کر ان سے روگردانی کرتا ہے اور زمین پر اکڑ کر چلتا ہے۔ اس سے خداوند تعالےٰ نے منع فرمایا - حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

" میری طرف اللہ تعالےٰ نے وحی کی ہے کہ تم میں سے کوئی کسی پر بڑائی نہ جتلائے اور نہ تم میں سے کوئی کسی پر زیادتی کرے بلکہ تمہیں چاہیئے کہ تواضع اور عاجزی اختیار کرو " (مسلم)

آپ نے فرمایا: ایک دوسرے پر فخر کرنا، بڑائی جتلانا اپنے آپ کو دوسرے سے افضل اور بہتر جاننا شیخی بگھارنا جاہلیت کی عادتیں ہیں جو اس کے ساتھ جاتی رہیں۔ اب تو تم کو اللہ نے اسلام جیسے دین سے نوازا ہے - اب تمہیں چاہیئے کہ اپنے آپ کو تواضع کے زیور سے آراستہ کرو اور یہ سمجھو کہ تم سب آدم کی اولاد ہو (ترمذی ابوداؤد)

آپ نے فرمایا:—

" جس کے قلب میں ایک رائی کے دانے کے برابر بڑائی ہوگی وہ جنت میں نہیں جائے گا (مسلم) "

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا:- عاجزی کرو - میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس نے اللہ کے واسطے عاجزی کی اللہ اس کو اٹھاتا ہے - یعنے اس کے مقام کو بلند کرتا ہے اور اس کو حقیقی عزت و وقار عطا کرتا ہے - وہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتا ہے مگر اللہ کی عنایت سے وہ لوگوں کی نظر میں بڑا ہوتا ہے - جس نے تکبر کیا بڑائی جتلائی - شیخی بگھاری — ہمچو ما دیگرے نیست کا لبادہ پہنا - اللہ تعالیٰ اس کو اگرچہ وہ اپنی نگاہ میں بڑا ہے لوگوں کی نگاہ میں پست کر دے گا۔

وہب ابن منبہ سے روایت ہے کہ پہلے زمانے میں ایک آدمی نے ستر سال عبادت کی دن کو روزہ رکھتا رات کو قیام کرتا - ایک دن اس نے رب تعالیٰ سے ایک حاجت مانگی مگر پوری نہ ہوئی - عابد نے اپنے آپ کو کہا تو قصوروار ہے اس لئے تیرا سوال سنا نہیں گیا - اگر تم میں قصور نہ ہوتا تو یقیناً تیری دعا قبول ہوتی تیرا سوال سنا جاتا - تیری حاجت پوری کی جاتی جب اس نے یہ کہا تو ایک فرشتہ آیا اس نے کہا تیری یہ گھڑی جس میں تو

نے اپنے آپ کو قصور وار اور خطا کار دیکھا ہے، تیری گزشتہ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

ایک اور واقعہ ہے کہ ایک آدمی خدا تعالیٰ کے نزدیک اتنا محبوب تھا کہ جب وہ دھوپ میں چلتا تو بادل اس پر سایہ کرتا۔ ایک دوسرے آدمی نے سوچا کہ میں بھی اس کے ساتھ اس کے سایہ میں چلونگا جب وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تو وہ عجب کا یعنے خود پسندی کا شکار ہوگیا اس نے کہا کہ میری کتنی شان ہے کہ اس جیسے آدمی میرے سایہ میں چل رہے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہوتے تو سایہ پہلے آدمی کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اس سے پلٹ کر دوسرے کے ساتھ ہوگیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے اپنے آپ کو برتر سمجھا تھا اور اللہ تعالیٰ کو کسی سے بھی یہ بات پسند نہیں ہے۔ جب کوئی آدمی اپنے آپ کو دوسروں سے اعلیٰ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے قرب کی نعمتیں واپس لے لیتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: تیری توبہ کی صحت اور درستگی کی علامت یہ ہے کہ تجھے اپنے گناہ کا احساس ہو اور تیرے نیک عمل کی نشانی یہ ہے کہ تو عجب کو ترک کرے اور تیرے شکر کے صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو کوتاہی میں دیکھے۔

مطرف بن عبداللہ سے روایت ہے کہ مجھ کو رات بھر سو رہنا اور صبح نادم ہو کر اٹھنا زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں ساری رات قیام کروں اور عجب میں مبتلا ہوں یعنے وہ عبادت جو عجب کے ساتھ ہو کسی کام کی نہیں اس سے تو ساری رات سو رہنا یا تھوڑی عبادت کرنا اور صرف فرائض پر اکتفا کرنا بہت بہتر اور افضل ہے۔

بنی اسرائیل کے زمانے کا ایک عابد:

بنی اسرائیل کے زمانہ میں ایک آدمی تھا جس نے اہل و عیال اور بال بچہ چھوڑ دیا۔ دنیا اور اس کے مشاغل سے علیحدگی کی۔ جنگل میں گیا اور رات دن عبادت ذکر و فکر میں مشغول ہوا۔ اس کی بستی کے چند بزرگ اس کے پاس گئے کہ اس کو نصیحت دیں کہ وہ اپنے گھر میں آئے اور اپنے اہل و عیال کا خیال کرے۔ ان بزرگوں نے اس کو کہا اے عزیز جو کام تو نے اختیار کیا ہے بڑا کٹھن ہے تو اس کو نہیں نباہ سکے گا۔ اس نے جواب دیا کہ قیامت کے دن رب تعالیٰ کے سامنے میرا کھڑا ہونا اس سے بھی زیادہ کٹھن ہے۔ بزرگوں نے کہا تیرا بال بچہ ہے بیوی ہے قرابت دار ہیں۔ ان میں رہ کر تیرا عبادت کرنا افضل ہے۔ اس نے کہا جب میرا رب مجھ سے راضی ہوگا تو ہر قرابت دار راضی ہو جائے گا۔ بزرگوں نے کہا تو ابھی ناتجربہ کار نوآموز ہے۔ ہم تجربہ کار ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ تو عجب میں پھنس جائے گا۔ اس نے کہا جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس کو عجب نقصان نہیں دیتا۔ ان بزرگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھا اور کہا اٹھو اس جوان نے جنت کی بو کو پایا ہے۔ یہ ہماری بات نہیں مانے گا یعنے ایسے مقام بلند پر پہنچ گیا ہے کہ عجب کی گرد وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ یہ بھی

ایک مقام ہے۔ عجب صوفی اس پر متمکن ہو جائے تو وہ عجب کا شکار نہیں ہوتا۔ عوام کے لئے خطرہ ہی خطرہ ہے۔

داؤد علیہ السلام کا واقعہ

بعض روایات میں آیا ہے کہ داؤد علیہ السلام ایک دریا کے کنارے گئے اور وہاں قیام کرکے ایک جگہ تنہائی میں رب تعالیٰ کی ایک سال بھر عبادت کی اور کہا اے میرے رب میری پشت ٹیڑھی ہو گئی ہے اور میری آنکھیں خشک ہو گئی ہیں اور میرے آنسو ختم ہو گئے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ میرے معاملہ کا انجام کیا ہوگا یعنے میں کس حال کی حالت پھیرا جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈک کو حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا اس نے کہا اے داؤد تو ایک سال کی عبادت کے ساتھ اللہ سے اپنی تمنا چاہ رہا ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کیساتھ تجھ کو مبعوث کیا میں پانی میں قریباً ساٹھ سال سے اس کی تسبیح پڑھ رہا ہوں مگر مارے خوف کے میرے کاندھوں کا گوشت کانپ رہا ہے اور جرأت نہیں پڑتی کہ میں اس سے کچھ چاہوں۔ داؤد علیہ السلام نے یہ سنا تو رونے لگے اور بہت روتے اور اپنی عبادت کو حقیر جانا اور اپنے قول پر جو عبادت کے بل بوتے پر کیا تھا نادم ہوئے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری دستگیری کرے اور عجب اور خود پسندی سے اپنی پناہ میں لے اور عجز و نیاز کا راستہ ہمیں دکھلائے آمین ؎

تواضع کند ہوشمند گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

اقوال مجدد الف ثانی رح

- کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ دل آزاری ہے خواہ مومن کی ہو یا کافر کی۔
- دولت مندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں ہوتی۔
- دوپہر کا سونا جو سنت کی نیت سے ہو ان کروڑ شب بیداریوں سے بہتر ہے جو اتباع سنت کی نیت سے نہ ہو یا اتباع سنت کے خلاف ہو۔
- علماء بد وہ ہیں جو خلق کے نزدیک عزت کے طالب ہوں۔
- اہل کرم وہ ہے جو غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھے۔
- جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو اندیشہ ہے کہ اسلام سے باہر کر دے۔

ثنائے سید و خواجۂ کونین

صلے اللہ علیہ وسلم

(۱)

کرشمے لطف کے کیا کیا دکھا دیے تم نے

شکستہ بیڑے کنارے لگا دیے تم نے

سفینے ڈوبتے لاکھوں ترا دیے تم نے

(۲)

بسی ہوئی تھی دلوں میں جہاں کے الفت کفر

بساطِ دہر پہ چھائی ہوئی تھی ظلمت کفر

چراغِ دینِ مبیں کے جلا دیے تم نے

(۳)

نیا شعور دیا بزم کیف و مستی کو

شمیم تازہ عطا کی ریاضِ ہستی کو

دلوں کے غنچے نظر سے کھلا دیے تم نے

(۴)

اجالے دن کو ملے دل نواز رات ہوئی

تمہارے نور سے معمور کائنات ہوئی

ضیاء و نور کے دریا بہا دیے تم نے

(۵)

فدا ہیں ارض و سما کے حسین نظارے

نثار تم پہ زمانے کے دل ربا سارے

قسم خدا کی وہ جلوے دکھا دیے تم نے

سروشِ کلکِ ناچیز کلیم جماعتی مجددی

۱۳۹۲ھ

مولانا حافظ عبد الحمید خاں صاحب جماعتی۔ ظفروال

ارشادات باری تعالیٰ جل مجدہٗ

۱۔ میں وہ ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے میری قضا کو تسلیم ــــ اور میری بلا پر صبر ــــ اور میری نعمتوں پر شکر ادا کیا: میں اس کو اپنے پاس صدیق لکھتا ہوں اور جس نے میری قضا کو تسلیم نہ کیا اور بلا پر صبر نہ کیا اور میری نعمتوں پر شکر نہ کیا پس چاہیئے کہ میرے سوا کوئی اور رب تلاش کرلے۔

۲۔ ہدایت یافتہ وہ لوگ ہیں جو ایمان اور تقوائے کے ساتھ غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز کو پابندیٔ وقت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ رب تعالےٰ کے دیئے ہوئے مال و دولت کو اس کی راہ پر خرچ کرتے ہیں اور جو حبیب خدا سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ذات گرامی پر نازل کیا گیا۔ یعنی قرآن حکیم اور جو آپ کے ظہور سے پہلے کتابیں نازل ہوئیں ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر اس کا پورا یقین ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں کیونکہ نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ ہی کسی کتاب کا نزول ہوگا۔ آپ ہی کی ذات مقدس پر نبوت ختم کردی گئی ہے

۳۔ دوزخ کے عذاب سے ڈرتے رہو جو نافرمانوں اور منکروں کے لئے تیار ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو شاید نہیں کہ تم پر رحم کیا جاوے۔

۴۔ اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اگر آدمی اور جنات تمام جمع ہو کر اس بات پر آمادہ ہوں کہ اس قرآن پاک کی طرح اور کلام بنا لائیں تب بھی وہ اس جیسا بنا کر نہیں لاسکتے اگرچہ ان میں سے ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائے۔ اور مجھے حکم ہوا ہے کہ میں قرآن حکیم پڑھ کر سنا دوں پس جو ہدایت پا گیا اس کا فائدہ اسی کو ملے گا اور جو گمراہ ہوا اس کا نقصان بھی وہی اٹھائے گا۔ آپ فرما دیں تو ڈر سنانے والا ہوں۔

۵۔ لوگو جب تک خدا کی راہ میں وہ خرچ نہ کرو گے جو تم کو عزیز اور پیاری ہے ہرگز نیکی کے درجہ کو نہ پہنچو گے اور کوئی سی بھی چیز خرچ کرو اللہ تعالےٰ اس کو جانتا ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۶۔ مسلمانو! تم ہماری یاد میں لگے رہو تاکہ ہمارے ہاں بھی تمہارا ذکر خیر ہوتا رہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔ دوزخ کے عذاب سے ڈرتے رہو جو نافرمانوں اور منکروں کے لئے تیار ہے اور اللہ تعالےٰ اس کو جانتا ہے۔ خدا کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

۷۔ جس شخص کو میرا ذکر سوال کرنے سے روک لے۔ میں اس کو سوال کرنے والوں سے بہتر دیتا ہوں۔

۸۔ اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف پہنچانی چاہے تو اس کے سوا کوئی اس کی تکلیف کو دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کسی قسم کا فائدہ پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۹۔ کسی شے کو شاید تم برا مانو حالانکہ وہ تمہارے لئے بہتر ہو اور شاید تم جس شے سے محبت کرو وہ تمہارے لئے مضر ہو اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

۱۰۔ اور جب آپ قرآن پاک پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ان کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں اور ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈالتے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈاٹ دے دیتے ہیں اور جب آپ قرآن پاک میں صرف اپنے رب کا ذکر کرتے ہیں تو وہ لوگ نفرت کرتے ہوئے پشت پھر کر چل دیتے ہیں۔ جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں
جبکہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہیں جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ آپ دیکھئے یہ لوگ آپ کے لئے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے رستہ نہیں پا سکتے۔

۱۱۔ لوگوں سے بے رخی نہ کرو اور زمین پر اترا کر نہ چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی اترا کر چلنے والے شیخی بگھارنے والے کو پسند نہیں کرتے۔

۱۲۔ اے لوگو! تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے نور یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور کتاب روشن دلائل والی یعنی قرآن مجید آیا۔ تاکہ تم اس کے ذریعہ ہدایت حاصل کرو۔ ایسے شخصوں کو جو رضا جوئی حق کے طالب ہوں۔ سلامتی کی راہ بتلاتے ہیں اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر خدا کی طرف لے آتے ہیں اور ان کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کراچی سے حج کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت جوہر الملت پیر سید اختر حسین شاہ صاحب و دیگر حضرات بخیریت علی پور شریف رونق افروز ہیں!

حافظ عبد الحمید خان صاحب جماعتی ظفروال

ارشادات نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

- تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ ظالم ہو یا مظلوم (مظلوم کی امداد ظالم سے اسے چھڑانا اور ظالم کی مدد اسکو ظلم سے باز رکھنا) جس کو اپنے بھائی مسلمان کا غم نہ ہو وہ میری امت سے نہیں۔ اللہ تعالٰے کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی عبادت نہیں کہ تو کسی مسلمان بھائی کا دل خوش کرے۔ شرک کے بعد بدترین گناہ ایذا رسانی مخلوق ہے۔
- ایمان کے بعد افضل ترین نیکی خلق کو آرام پہنچانا ہے۔
- جو شخص سلام کے پہلے بات کرے اس کا جواب مت دو۔
- سلام میں سبقت کرنے والے کو نوے اور جواب دینے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں۔
- جب دو بھائی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو ان پر سنتر رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ انہتر (۹۹) رحمتیں اسکو ملتی ہیں جو ان دونوں میں خندہ رو اور کشادہ پیشانی ہوتا ہے اور ایک رحمت دوسرے کو۔
- جب جنازہ کے ساتھ جائے تو مردہ کے غم سے زیادہ اپنا غم کر اور خیال کر کہ وہ تو موت کا منہ دیکھ چکا ہے اور میں نے ابھی دیکھنا ہے وہ موت کی تلخی کا مزہ چکھ چکا میں نے ابھی چکھنا ہے وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل گیا مجھ پر ابھی باقی ہے۔
- تو اپنے بوڑھوں کی تعظیم کر۔ خدا نوجوانوں کو توفیق دے گا کہ وہ تیری تعظیم کریں جبکہ تو بوڑھا ہوگا جو شخص بوڑھوں کی تعظیم اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ میری امت میں نہیں۔
- رنجش کی حالت میں بہتر وہ ہے جو صلح اور سلام میں سبقت کرے۔ ہر نیک و بد کے ساتھ نیکی کر وہ نیکی کرنے کے قابل نہیں تو پھر کیا ہوا تیری نیکی ضائع نہیں جائے گی۔ بدوں سے نیکی کرنا نیکوں کا کام ہے — اور نیکوں سے بدی کرنا بُروں کا کام ہے۔
- جو کام سب سے زیادہ مغفرت کا باعث ہے وہ کشادہ روئی اور شیریں زبانی ہے۔
- جو چیز تو اپنے لئے پسند نہیں کرتا کسی مسلمان کے لئے بھی پسند نہ کر۔
- کوئی مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے ایذا نہ پائے۔
- کوئی صدقہ زبانی صدقہ سے بہتر نہیں۔ زبانی صدقہ یہ ہے کہ تو کسی کی سفارش کر دے یا کوئی نیک بات کہے جس سے کسی کا بھلا ہو۔

- زیارت قبور کے لئے جا۔ خود عبرت حاصل کر اور اہل قبور مسلمین کی مغفرت کی دعا کرو۔
- کیا تم سنتے نہیں کہ سادگی ایمان کی علامت ہے۔
- سخی اللہ تعالیٰ اور جنت کے اور لوگوں کے قریب ہے اور آگ سے دور ہے۔
- بخیل اللہ تعالیٰ سے اور جنت سے دور ہے اور لوگوں سے دور ہے اور دوزخ کے قریب ہے
- جب تین شخص سفر کو جائیں تو ایک کو اپنا امیر مقرر کرلیں۔
- تین باتوں میں تعجیل کر۔ توقف مت کر۔ نماز میں جب اس کا وقت آجائے جنازہ میں جب تیار ہو اور دوشیزہ کے نکاح میں جب جوڑا مل جائے۔
- دو نعمتیں ہیں کہ ان میں اکثر لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک تندرستی دوسرے کاروبار سے فراغت۔
- جس نے جنگل میں سکونت اختیار کی وہ علم و عقل سے خالی رہا جو شکار کے پیچھے لگا وہ غافل رہا۔
- جو امرا کے دروازہ پر آیا وہ فتنے میں پڑا جس قدر کہ ان کے نزدیک ہوا۔ اتنا ہی خدا سے دور ہوا۔
- سب اعضاء زبان سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا خیال رکھنا۔ خدا سے ڈرنا۔ اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب بھی سیدھے رہیں گے اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ (مشکوٰۃ)
- یہ ایک گناہ کہ تو ہمیشہ جھگڑتا رہے تیرے عذاب کے لئے کافی ہے۔
- جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ کو قابو میں رکھا میں اس کے واسطے جنت کا ضامن ہوں (مشکوٰۃ)
- ایمان دار آدمی کو شایاں نہیں کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے یعنی اس بلا میں ہاتھ ڈالے جس کے مقابلہ کی اس کو طاقت نہیں۔
- ایمان دار آدمی ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں کاٹا جاتا۔
- بغیر سختی کے حلیم اور بغیر تجربہ کے حکیم نہیں ہو سکتا۔
- نجات کیا ہے اپنی زبان کو بند رکھنا اپنے گھر میں قیام رکھنا اور گناہوں پر نادم ہونا۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس سے نیکی کی توقع ہو اور بدی سے امان ہو۔

کاغذ کی گرانی کے پیش نظر

ماہ جنوری ۷۳ء سے ماہنامہ انوار الصوفیہ کا چندہ پانچ روپے کی بجائے

چھ روپے ہوگا۔

گوہر

حافظ عبدالحمید خان صاحب جماعتی ظفروال - ضلع سیالکوٹ

ارشاداتِ مرشد

یعنے حضور قبلہ عالم امیر ملت غوث زمانہ الحاج حافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کے فرمودات

ایک شب راقم الحروف اور علامہ جوہر ملت الحاج حافظ صاحبزادہ صاحب سید اختر حسین شاہ صاحب حضور کے پاؤں مبارک دبا رہے تھے - آپ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ پیر صاحب کیمیاگر ہیں کہ ہر وقت لنگر لگا رہتا ہے - دستر خوان کریمانہ بچھا رہتا ہے - یاد رکھو کیمیا گری خدا تعالیٰ کی یاد اور مخلوق خدا کی خدمت ہے - پس یہی چیز خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے -

فرمایا : دستر خوان فراخ رکھو - میرے دل میں خیال آیا کہ غریب آدمی دستر خوان کیسے فراخ رکھے - تو فوراً فرمایا : حافظ صاحب اس کا یہ خیال نہ کریں کہ ایک آدمی غریب ہے تو کیسے دستر خوان فراخ رکھے - نہیں بھائی - اگر اس کے پاس ایک روٹی میسر ہے تو چار آدمی اس کے مہمان آگئے ہیں تو اس کے چار ٹکڑے کر کے ان میں تقسیم کر دے - رازق حقیقی اس کو اپنی بارگاہ عالیہ سے اور عطا فرما دیں گے - پھر وہ اور دے گا تو رب تعالیٰ اور دے گا - پس اسی طرح بڑھتا جائے گا - سو ایسا کرنے والا فراخ دستر خوان کر سکتا ہے -

دین اسلام کی سچائی کے متعلق فرمایا :

دیکھو مسجدوں کے دروازوں پر نمازیوں سے ہندو مسلم عیسائی اپنے بیمار بچوں کی شفایابی کے لئے دم کراتے ہیں اور مدراس کے علاقہ میں ہم نے دیکھا کہ ہندو بیمار بچوں کے جسموں پر نمازیوں کے جوتوں کی خاک لے کر ملتے تھے - یہ اسلام کی سچائی کی دلیل ہے -

فرمایا کہ کلمہ شریف کی مثال اس پرندے کی سی ہے جس کے دو باز و یعنی دو پر ہیں - ان کے سہارے وہ اڑتا ہے - اگر ایک پر شل ہو جائے تو اڑ نہیں سکتا - اسی طرح کلمہ شریف میں بھی توحید اور رسالت ہے ایک آدمی صرف لا الٰہ الا اللہ ہی پڑھتا رہے تو مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ محمد رسول اللہ پر ایمان نہ لائے - حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ذات پاک نے اپنے ساتھ رکھا ہے جو حضور کو خدا سے جدا سمجھے وہ خدا تعالیٰ سے جدا ہوا -

فرمایا کہ ہر نئی چیز جو مباح ہے بے شک پسند کرو مگر دین وہی پرانا ہی پسند کرو نیا دین کوئی بھی پسند نہ کرو -

فرمایا کہ دین اور دنیا کے جب ایک ہی وقت دو کام کرنے کی ضرورت آجائے تو پہلے دین کا کام سرانجام دو - آپ نے مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص پر تین کام ایک وقت میں جمع ہو گئے - اس کا

اونٹ گم ہو گیا تھا اس کی تلاش ـــ کھیت کو پانی دینے کا دن تھا۔ اگر نہ دیتا تو باری ختم ہونے پر پھر باری دیر سے آتی اور کھیت میں فصل خشک ہو جاتی اور جمعہ کی نماز بھی ادا کرنی تھی کیونکہ وہ جمعہ کا دن تھا اس صاحب ایمان نے سوچا کہ پہلے خدا تعالیٰ کا فرض ادا کرتا ہوں۔ یعنی دین کا کام پہلے کرتا ہوں پھر اوائے نماز جمعہ کے بعد اونٹ کو تلاش کروں گا اور کھیت کو آکر سیراب کروں گا۔

دیکھئے جب وہ مردِ خدا نماز جمعہ ادا کر کے گھر آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ اونٹ اس کے گھر موجود ہے۔ بیوی سے دریافت کیا کہ اونٹ کیسے آگیا۔ اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ دو گیدڑ اس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں جب یہ گھر کے قریب آیا تو وہ بھاگ گئے ہیں۔ میں نے اس کی نکیل پکڑ کر باندھ لیا ہے۔ جب وہ اپنے کھیت پر گیا تو دیکھتا کیا ہے کہ کھیت لبالب پانی سے بھرا ہوا ہے۔ حیران ہوا، اور دوسرے کھیت والے سے دریافت کیا کہ بھائی میرے کھیت کو آپ نے پانی دیا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے تو اپنے کھیت کو پانی لگایا تھا ـــ مگر اپنے کھیت کی طرف پانی کا راستہ لگانا بھول گیا۔ پانی کا راستہ تیرے کھیت کی طرف کھلا ہوا تھا۔ میں راہٹ چلاتا رہا یہاں تک کہ تیرا کھیت سیراب ہو گیا اور میرا کھیت بے آب رہ گیا۔ میں سو گیا اور نیند نے ایسا غافل کر دیا کہ ہوش ہی نہ آیا۔ سو کر بیدار ہوا تو دیکھا کہ بجائے میرے کھیت کے تمام کھیت تمہارا سیراب ہو چکا ہے تم میرا شکریہ ادا کرتے ہو۔ اس نے کہا: سبحان اللہ میں نے اپنے رب کا ایک کام کیا اس نے میرے دو کام کر دیئے۔ فرمایا: رچھ بیگانہ کار ج اپنا ورت لئیں دن چار۔ رچھ سے جسم مراد ہے ـــ یعنی اے انسان یہ جسم تجھ کو ادھار ملا ہے کام تو تیرا اپنا ہے۔ اس سے خوب کام لے پھر جس نے عارضی دیا ہے واپس لے جائے گا۔

ایک دن فرمایا: کہ ایک آدمی سے پوچھا: کیا حال ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ رزق حلال کھاتا ہوں۔ خراب اور گندا کر کے نکال دیتا ہوں اس سے بدتر کیا ہو گا۔

فرمایا: پکتے باجھ نہ ملے مزدوری بھرنا ئیں کس بھرواسے
جگت مزدوری نہ رکھے کیوں رکھے رحمان

پھر فرمایا! اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ ـــ ہمارے دیئے ہوئے میں سے خرچ کرو۔

فرمایا! خرچ کرو، موت آنے کے پہلے پہلے جب موت آتی ہے تو انسان کہتا ہے کہ یا اللہ اور زندگی عطا فرما۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ نے فرمایا کہ:

لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اے میرے رب مجھے تھوڑے دن اور مہلت دے تاکہ میں کار خیر کر لیتا۔ نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا۔ اللہ تعالےٰ کسی کو جب اس کی میعاد ختم ہو جاتی ہے۔ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالےٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔

شیخ سعدیؒ کے مزار پر لکھے گئے

حافظ مظہر الدین

اگرچہ تا بحکومت رہے درازے ہست ۔۔۔ ولے بہ بیں کہ مرا با تو صد نیازے ہست
رسید بر درِ تو عشق، سرفرازے ہست ۔۔۔ زبانِ مستی و ہنگام سوز و سازے ہست
گشود باب کرم آمدم بحضرت تو ۔۔۔ خدائے قادر و قیوم کارسازے ہست
مراز عشق شفیع الورٰے بدہ خبرے ۔۔۔ شنیدہ ام کہ دل تو امینِ رازے ہست
کجا جہان بلندت کجا من مسکین ۔۔۔ حقیر مور بہ پرواز شاہبازے ہست
شبانہ روز بہ بزمِ خیال تو ماندن ۔۔۔ برائے اہلِ محبت ہمیں نمازے ہست

شبانہ روز بہ بزمِ خیال تو ماندن
برائے اہلِ محبت ہمیں نمازے ہست

قطعات

بر مزار حافظ و سعدی در شیراز

رہِ شیراز رفتم گرچہ دور است ۔۔۔ کہ آں معمورۂ اہلِ حضور است
بہ فیضِ حضرت سعدی و حافظ ۔۔۔ ہوایش زادۂ سوز و سرور است

چوں من بہ مرقدِ حافظ رسیدم ۔۔۔ لباسِ زہد و تقویٰ را دریدم
زدم آتش بکاخ عقل و ہوشم ۔۔۔ بکوئے عشق و مستی پا کشیدم!

فدائے سرورِ کونین سعدی ۔۔۔ چو سوئے شہر او مرکب براندم
بصد شوق و ادب بر مرقدِ او ۔۔۔ بجائے گل دل و جانم فشاندم

سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمتِ عالم

صلے اللہ علیہ وسلم

کی

مدحت سرائی اور فضائل و محامد پر مشتمل مجموعہ

انوارِ مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم

اس نورانی کتاب میں سرکار دو عالم کے فضائل اس

انداز سے جمع کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والے کا

ذوق ایمانی بڑھتا ہی جائے

دو حصوں پر مشتمل ہوگی ــــ پہلا حصہ ۳۰۰ سے زائد صفحات

عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

اس کی قیمت ۷ روپے ہوگی۔ پیشگی بھیجنے والوں کو چار روپے میں
چھپنے کے فوراً بعد بھیج دی جائیگی۔

ــــ

گوہر

محمد یا قوت ایم۔اے

موجودہ نظامِ تعلیم کی خرابیاں

تعلیم کی اہمیت و افادیت سے انکار ممکن نہیں۔ تعلیم نہ صرف انسان کو مہذب بناتی اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوارتی ہے بلکہ زندگی کے دشوار گذار اور پیچ در پیچ راستوں پر چلنے کے لئے اس کے اندر حوصلہ اور جراٴت بھی پیدا کرتی ہے۔ یہ انسان کو احساس سود و زیاں عطا کرتی اور کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرنے کا شعور بخشتی ہے۔ انسان جس قسم کی تعلیم حاصل کرتا ہے اس کی سیرت و کردار پر اسی قسم کے نقوش پختہ اور مرتسم ہوتے ہیں۔ اور پھر انہی نقوش کے مطابق وہ اپنی زیست کی گاڑی کو رواں دواں رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج سے پون صدی قبل بچوں کو ابتدائی تعلیم ہمیشہ مسجدوں سے متصل مکتبوں میں دی جاتی تھی جہاں سب سے پہلے قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم دی جاتی تھی، تاکہ ان کے مستقبل کی پوری عمارت قرآن مجید کی پاکیزہ تعلیم کی اساس پر تعمیر ہو۔

یہ وہ وقت تھا کہ تعلیم کے متعلق اہل اسلام میں دینی اور دنیوی کا امتیاز نہ تھا۔ ایک عام آدمی کے لئے قرآن مجید ناظرہ کے علاوہ نوشت و خواند اور ابتدائی حساب میں مہارت نیز توحید و رسالت پر مبنی بنیادی عقائد، نماز اور روزہ جیسی بنیادی عبادتوں سے واقفیت اور عربی یا فارسی کی آسان ادبی کتابیں پڑھنے کو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس کے بعد جو شخص مزید تعلیم حاصل کرنا چاہتا وہ بڑے مدارس میں جا کر تفسیر حدیث، فقہ، طب، ہیئت اور فلسفہ پر مشتمل نصابی کتب پڑھتا اور یہی اس دور کی مکمل تعلیم تھی۔ یہ لوگ دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم کی اصطلاح سے واقف نہ تھے نہ ان کے ہاں دین اور دنیا میں کوئی امتیاز تھا۔

موجودہ نظامِ تعلیم خرابیوں کی جڑ ہے

لیکن جب سے انگریزی نظامِ تعلیم ہمارے ملک میں رائج ہوا، ہمارے دین اور دنیا، روح اور جسم اور مذہب اور سیاست میں امتیاز پیدا ہو گیا ہے اور جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ یہ امتیاز بڑھتا گیا اور نوبت بایں جا رسید کہ دینی تعلیم حاصل کرنے والوں کو نہ صرف تنگ نظر ملّا کہہ کر انہیں تضحیک کا نشانہ بنایا گیا بلکہ حصولِ معاش کے سلسلہ میں بھی انہیں اس قدر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا کہ باعزت طریقے سے زندگی گذارنا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ جبکہ تمام اعلیٰ عہدے، مناصب، کاروبار اور جاہ و حشم

وغیرہ دنیوی تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے مخصوص ہو گئے۔ دراصل یہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ تھا کہ دنیا زندگی گذارنے کا نام ہے اور دین ان قواعد و ضوابط کا نام ہے جن کے تحت زندگی بسر کی جاتی ہے۔ گویا اس طرح ان کی دنیا دین (خدائی ہدایت) کے تابع تھی اور اسی چیز سے انگریز کو چڑ تھی کیونکہ یہی چیز مسلمانوں کو ذہنی اور جسمانی طور پر غلام بنانے میں آڑے آتی تھی۔ لہٰذا انگریز کی اسلام دشمنی نے مسلمانوں کے اس عقیدہ کو پامال کرنا ضروری خیال کیا۔ چنانچہ جہاں اس نے علماء دین کو نفرت و حقارت کا نشانہ بنانے کا سامان کیا اور ان کی معاشی حیثیت کو مفلوج کر کے رکھ دیا وہاں دنیوی تعلیم حاصل کرنے والوں کو مناصب اور عہدوں کی رشوت پیش کر کے انہیں دین سے قطعی طور پر بیگانہ بنا دیا جس کا نتیجہ ان کے حق میں خاطر خواہ برآمد ہوا اور آج ہماری قوم اپنی تمام تر مذہبی پابندیوں سے بے نیاز ہو کر ایک طویل معاشی تگ و دو میں مصروف ہے۔ ہر کوئی مال و دولت کے حصول میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ خواہ اس کے لئے اسے رشوت غبن، چوری، ڈاکہ، سمگلنگ، چور بازاری، سٹہ بازی، دغا و فریب اور دجل و جعل سازی جیسے شنیع افعال کا مرتکب ہی کیوں نہ ہونا پڑے۔ گویا کثرتِ جرائم کا پیشہ بھی بالواسطہ طور پر اسی غلط تعلیم سے حاصل ہے۔ جو انگریز کی درآمد شدہ تھی۔

دوسرا بڑا نقصان جو انگریزی تعلیم سے قوم کو پہنچا وہ یہ تھا کہ یہ تعلیم اپنے پیچھے اپنی پوری تہذیب لے کر آئی جس نے جدید تعلیم یافتہ طبقے کو مکمل طور پر فرنگیت زدہ بنا دیا۔ ان میں ہر قسم کی اخلاقی برائی کو فروغ دیا۔ عریانی اور فحاشی حد سے بڑھ گئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ تہذیب وقتاً فوقتاً مسلمانوں کو کفر و الحاد کے انجکشن بھی دیتی رہی بلکہ اسلام سے برگشتہ و منحرف کرنے کے لئے شعائرِ اسلامی کا تمسخر اڑایا گیا اور اسلام کو نہایت مکروہ اور گھناؤنی شکل میں پیش کیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان اسلامی تہذیب و اقدار اور اپنے اسلاف کی روایات سے باغی ہو کر ذہنی اور عملی طور پر انگریز کے غلام بن گئے اور اس طرح انگریز کا وہ مقصد پورا ہو گیا جس کے لئے وہ کوشاں تھا۔ اس طرح اس نے اپنی صلیبی شکستوں اور محکومیوں کا بھرپور انتقام لیا اور سادہ لوح مسلمان اس کے دام فریب میں کچھ اس طرح سے الجھ گیا کہ اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بھی مفلوج ہو گئیں اور وہ اس سے آزادی پانے کے لئے بھی اسی فریب کا سہارا لینے لگا جس کا وہ شکار ہوا تھا لیکن آزادی پانے کی بجائے اس جال میں اور بھی الجھتا گیا۔

ہمارا مقصد تعلیم کو سب و شتم کرنا نہیں لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی قوم کا نظام تعلیم ہی اس کی تہذیب و تمدن کا صحیح آئینہ دار ہوتا ہے اور چونکہ ہمارے موجودہ تعلیم کا ڈھانچہ بے خدا تہذیب کے پجاریوں کے ہاتھوں وضع ہوا تھا اس لئے اس کا یہاں اپنے تمام برگ و بار

کے ساتھ آنا ضروری ہے جس کا نتیجہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری درسگاہوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج شدہ نظام تعلیم ہمارے لئے زہر ہلاہل ثابت ہو رہا ہے جو طلبہ کو نہ صرف دین سے برگشتہ کر رہا ہے بلکہ انجام کار طلباء کو ملحد بنا کر چھوڑتا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر نصابی اور امدادی کتب غیر مسلم مصنفین اور ان کے مولدینؑ کی مرتبہ ہوتی ہیں جنہیں دین سے کوئی مس نہیں ہوتی اور اسلامی افکار و اخلاق سے بھی وہ بالکل کورے ہوتے ہیں۔ اندریں حالات جدید تعلیم یافتہ طبقے کے بیشتر افراد اگر اکھڑ مزاج، بے ادب، من چلے، ترش رو، آزاد رو اور اساتذہ اور والدین سے گستاخی سے پیش آنے والے نیز تکلف اور تصنع پر مرمٹنے والے، فیشن کے پجاری، اقربا اور اعزہ کو ٹھکرانے والے اور اپنے دوستوں میں اپنی ناک رکھنے کی خاطر اپنے غریب رشتہ داروں بلکہ غریب والدین تک کو نظر انداز کرنے والے ہیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

مزید براں اگر انسان کے سامنے کوئی واضح نصب العین موجود ہو تو وہ اپنے مقصد کو پا لینے کے لئے تن دہی سے کام کرتا ہے اور ثمر کامیابی چکھنے کے لئے اسی قسم کے اطوار و عادات کی نعمت سے بھی مالامال ہو جاتا ہے۔۔۔۔ جو کسی معاشرہ کی خوشحالی کی ضامن ہوتے ہیں۔ لیکن ہماری تعلیم مقصدیت سے عاری ہے اور جب منزل ہی متعین نہ ہو گی تو اس کو پانے یا نہ پانے کا سوال کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں محنت و کوشش چہ معنی دارد؟

افسوس ہے کہ ہم نے صحیح مقصد اور منزل سے صرف نظر کر کے صرف ایک سفلی مقصد ہی سامنے رکھا اور وہ ہے حصول معاش۔ لیکن موجودہ تعلیم تو معاشی تحفظ دینے میں بھی تو ناکام ہو چکی ہے چنانچہ فی الوقت جتنی بے روزگاری تعلیم یافتہ طبقے میں ہے شاید ہی کسی طبقے میں موجود ہو۔ رہی یہ بات کہ موجودہ تعلیم سے تربیت سازی کا کام لیا جا سکے۔ لیکن یہ چیز دین و اخلاق کی مرہون منت ہے اور جہاں مقصد تعلیم مادی فوائد کا حصول ہو قطع نظر اس کے کہ یہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ وہاں روحانی قدروں کا کیا کام اور تربیت سازی ہو تو کیونکر؟ بلکہ ایسی تعلیم تو روح کی موت ہوتی ہے اسی لئے اکبر مرحوم نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی!

موجودہ دور میں تعلیم نسواں

عورتوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا بہت ضروری ہے۔ عورت ماں ہے اور اس کی گود بچہ

ؑ ان کی معنوی اولاد اور ان کے تربیت یافتہ

کے لئے سب سے پہلی درسگاہ بنتی ہے پھر اس کی نگرانی میں بچپن کے معصوم دور میں حاصل کی ہوئی
تعلیم ذہن میں ایسی راسخ ہو جاتی ہے کہ تاحیات اس کے اثرات رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیندار
گھرانوں کے بچے کیسی بھی سوسائٹی میں چلے جائیں ان میں وہ اثرات قائم رہتے ہیں۔ اسی طرح
تعلیم یافتہ والدین کے بچے نسبتاً زیادہ ہوشیار، چالاک اور ذہین ہوتے ہیں لیکن موجودہ دور میں
ہمارے بچوں کی تہذیب اور علم کا مبلغ ممی، ڈیڈی اور پاپا تک محدود رہتا ہے کیونکہ عورت جس
کو قوم کی ماں بننا ہوتا ہے، اسے یہی تربیت دی جاتی ہے اور اس کی تعلیم کے وقت ماں باپ
کے پیش نظر مالدار شوہر اور عیاشی کی تلاش ہوتی ہے اور خود لڑکی کے سامنے شمعِ محفل بننے اور
مردوں کے دوش بدوش چل کر انہیں زیر نگیں کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اندریں حالات ان سے یہ توقع
رکھنا کہ وہ اپنی اولادوں کو اخلاقی اور ذہنی تربیت دیں گی، عبث ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہے۔ جس کا نتیجہ
یہ ہوتا ہے کہ ان کی اولادیں ان سے بھی بڑھ کر دین سے بیزار اور ملحد بنتی ہیں۔ چنانچہ ہماری موجودہ نسل
اپنے بزرگوں کے مقابلے میں ہزار گنا اپنے مذہب سے دور ہے بلکہ دین سے نفرت کے اظہار کو
انہوں نے فیشن کے طور پر اپنا لیا ہے جس کا احباب کی محفلوں میں فخریہ ذکر کیا جاتا ہے۔

مادہ پرست ذہنوں میں یہ بات بھی بیٹھ گئی ہے کہ لڑکیوں کے لئے زیادہ تعلیم حاصل کرنا اس
لئے بھی ضروری ہے کہ اگر شریکِ حیات کسی حادثہ کا شکار ہو جائے یا خدانخواستہ طلاق وغیرہ کی صورت
پیش آجائے تو اس صورت میں عورت کسی دفتر وغیرہ میں ملازمت کر کے اپنا یا اپنے بال بچوں کا
پیٹ پال سکے۔ حالانکہ اول تو عورت کی تعلیم کا یہ مقصد ہی غلط ہے لیکن اگر اس میں کچھ معقولیت ہو بھی تو
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارا معاشرہ تعلیم یافتہ لڑکیوں کو کس حد تک روزگار مہیا کرنے کا ضامن ہے؟ ان کی ایم۔
اے، ڈبل ایم۔ اے اور بسا اوقات پی۔ ایچ ڈی کے مساوی درجہ کی تعلیم ملازمت کے لئے آخر کس کام آتی ہے
اور پھر گھریلو اور اولاد کی تربیت کے کٹھن بوجھ کے بعد کس میں ملازمت کی ہمت ہوتی ہے۔ نیز
کوئی اچھی نوکری بھی تو کسی خوش قسمت کو ہی حاصل ہوتی ہے ورنہ اکثر لڑکیاں بے کاری یا غلط کاری
کے ہتھے ہی چڑھتی ہیں اور ان کی پڑھائی پر کثیر محنت، قیمتی وقت اور قیمتی دولت کاغذکا
ڈگریوں کی شکل میں فریم ہو کر کسی ڈرائنگ روم یا کمرے میں آراستہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

پھر جہاں اس تعلیم کے فائدے مفقود ہیں وہاں نقصانات بہت زیادہ ہیں مثلاً اکثر لڑکیاں اپنا
بیشتر وقت پڑھائی پر صرف کرنے سے امور خانہ داری و سلائی وغیرہ سے عاری رہ جاتی ہیں اور انہیں
اپنے گھر چلانے میں بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا نتیجہ بسا اوقات طعن و تشنیع سے تجاوز
کر کے طلاق و تفریق کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں پڑھائی کے دوران زیادہ محنت کرنے سے جسمانی صحت کا متاثر ہونا بھی لازمی امر ہے۔ ایک عام لڑکی

اور ایک تعلیم یافتہ لڑکی کی صحت کا عمومی مقابلہ کریں۔ یہ لڑکی پہلی کے مقابلہ میں زیادہ کمزور، دبلی پتلی، زرد رنگ چہرے کے روپ اور قدرتی رونق سے عاری ہوگی۔ شادی کے بعد اسے کمزوری صحت کی بنا پر گوناگوں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور پھر یہ کمزوری صحت اولاد کی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ کمزور مائیں کمزور اولاد کو ہی جنم دیں گی۔ جس سے پورے معاشرے اور پوری قوم کا متاثر ہونا لازمی ہے اور جس کے نقصانات محتاج بیان نہیں۔

مخلوط تعلیم

مخلوط تعلیم بلاشبہ ہمارے معاشرہ کے لئے ایک لعنت ہے۔ نئی روشنی سے متاثر بڑے بڑے ماہرین تعلیم خواہ اس کے کتنے ہی فائدے گنوائیں لیکن "وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا" کے مصداق اس کی ایک قباحت ہی اس کی تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور وہ ہے عورت کی عصمت عفت اور حیا کی ارزانی۔ ہمارا مسلم معاشرہ تو ہمیں اس بات کی اجازت بھی نہیں دیتا کہ عورت ننگے سر، ننگے منہ یا بغیر پردہ کے گھر کے باہر قدم ہی رکھے بجائیکہ عمر کے اس دور میں جب شہوانی جذبات اپنے عروج پر ہوتے ہیں، وہ نوجوان لڑکوں کے درمیان بیٹھ کر تعلیم حاصل کرے۔ ان سے بے تکلفی کے ساتھ بات چیت کرکے آزادانہ میل جول رکھے اور وہ بھی اس حالت میں کہ ایسے ایسے حیا سوز جلوہ سامان زیب تن ہوں کہ ایک عابد و زاہد شب زندہ دار بھی اگر اتفاقیہ دیکھ لے تو ایک بار تو ضرور ٹھٹھک کر رہ جائے۔ اندریں حالات یہ تو بڑھتی قربتیں چند ہی دنوں میں جو رنگ لاتی ہیں تو بس یوں سمجھئے کہ خوشی کے سینکڑوں نئے باب کھلتے اور رومان کے ان گنت عملی افسانے جنم لیتے ہیں جو کسی قوم کو تباہی کے مہیب غار تک پہنچانے میں شاندار خدمات انجام دیتے ہیں۔

ماہرین تعلیم مخلوط تعلیم کے جو فائدے گنواتے ہیں ان میں سب سے بڑا فائدہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ مخلوط تعلیم سے لڑکوں اور لڑکیوں میں مقابلہ کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ جو ان کے لئے بہت زیادہ محنت اور حصول تعلیم میں لگن کا باعث بنتی ہے ایسے لوگوں کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حدیث میں تو یہ آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ما خلا رجل بامرأة الا كان الشيطان ثالثهما کہ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ خلوت میں ہوتا ہے تو ان کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

اور اگر ایسی درسگاہوں کے ماحول کا جائزہ لیا جائے جہاں مخلوط تعلیم رائج ہے تو بکثرت میں نوجوان جوڑے مسکراتے اور اٹھکیلیاں کرتے دکھائی دیں گے اور اگر مندرجہ بالا حدیث کی روشنی میں ہر جوڑے کے ساتھ ایک ایک شیطان کا تصور کر لیا جائے تو ہم نہیں سمجھتے کہ شیطان کی کارروائیاں ان کو محض "ضروری نوٹس" تیار کرانے میں ممد و معاون ہونے تک ہی محدود رہتی ہوں گی۔ ہاں ایک بات ان کی تسلیم کی جا سکتی ہے کہ اس طرح "مقابلہ" کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ خواہ یہ فضا رومان لڑانے

کی ہو یا بے حیائی اور ننگِ انسانیت حرکات کا مظاہرہ کرنے کی ـــــ تعلیم کا بہرحال ستیاناس ہو کر رہتا ہے۔

مرد اور عورت باہم جنس مخالف ہیں اور شرم و حیا ایسے مسائل کو مرد اور عورت کی موجودگی میں سمجھنے سمجھانے میں مانع رہتی ہے۔ ہاں اگر شرم و حیا ہی کو بالائے طاق رکھ دیا جائے تو یہ ایک الگ بات ہے لیکن ایسے ماحول کے پروردہ مردوں اور عورتوں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ اپنی ازدواجی زندگی کامیاب طریقے سے گزار سکیں گے یا اپنی اولاد میں اعلٰے اخلاقی اقدار پیدا کر کے اور ان کو صحیح تربیت دے کر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل و تعمیر میں کوئی خدمت انجام دیں گے یا قوم کا کوئی بھلا کریں گے ـــــ تو اس سے بڑی حماقت اور کوئی نہ ہوگی۔

اسلامی طرزِ تعلیم سرچشمۂ ہدایت و رحمت ہے

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ ہمارا موجودہ نظامِ تعلیم ہمارے لئے مفید ہونے کی بجائے نقصان دہ ثابت ہوا ہے اور اس نے ہمارے مسائل میں کئی گنا اضافہ کر دیا ہے۔ لہٰذا عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم دوبارہ اپنے اس دینی طرزِ تعلیم کو اپنائیں جس میں نہ صرف ہمارے مسائل کا حل موجود ہے بلکہ اس کے فوائدِ عظمٰی سے آشنا ہونے کے بعد ہم زندگی کی دوڑ میں دوسری تمام قوموں پر سبقت بھی لے سکتے ہیں۔

دینی تعلیم کی اہمیت و افادیت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ یہ انسان کو ایک اعلٰی و ارفع مقصد عطا کرتی ہے اور یہ مقصد عبادت و رضوانِ الٰہی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ـــــ کہ میں نے جن و انس کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج تو بذاتِ خود عبادت ہیں لیکن بہت سے کام ایسے بھی ہیں جو بظاہر دنیاوی امور سے تعلق رکھتے ہیں لیکن اگر ان کو خداوندِ کریم کی منشاء و رضا کے مطابق انجام دیا جائے تو وہ بھی عبادت ہی میں شمار ہوں گے۔ مثلاً رشتہ داروں سے حسن سلوک، والدین اور اساتذہ کی خدمت اور ان کا ادب و احترام، اولاد کی اعلٰی تربیت، باہمی ہمدردی وغیرہ کے جذبات کے ساتھ زندگی بسر کرنا، تجارت، ملازمت اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں حدود اللہ کا پاس رکھنا اور ان سے تجاوز نہ کرنا وغیرہ وغیرہ ـــــ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان ہر شعبۂ حیات میں متعلقہ اسلامی اصول و ضوابط سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کرے۔ جو دینی تعلیم ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَۃٍ کہ علم سیکھنا ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض ہے۔

دینی تعلیم کے اس مقصد حسنہ کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ کتاب و سنت کی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے تاکہ انسان کا دل اس کے باعث تقوے اور خشیتِ الٰہی کی آماجگاہ بن جائے، وہ کسی سے دھوکا

فریب کرتے ہوئے کسی کو جانی، مالی یا قولی تکلیف دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔ اللہ کی رضا جوئی کی خاطر اپنے اخلاق اور سیرت کی تعمیر کرے، اپنے اندر عاجزی اور فروتنی پیدا کرے۔ آخرت کی جوابدہی کا احساس اسے ہر گناہ سے بچاتے اور اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے کا یقین کسی بھی غلطی کے ارتکاب کے وقت اس کا دامن تھام لے۔ اس کی ساری زندگی خلقِ محمدی، اتحاد، مساوات، باہمی ہمدردی اور اخوت سے عبارت ہو۔ وہ روحِ جہاد سے سرشار ہو کر ہر دم اللہ کے دشمنوں سے مصروفِ جہاد رہے اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر ہر وقت اپنے دین، وطنِ عزیز۔ اور اپنی روایات و اقدار کی حفاظت کے لئے جان ہتھیلی پر رکھے نظر آئے۔

الغرض کتاب و سنت کی تعلیم سے انسان ان تمام قواعد و ضوابطِ دینیہ سے واقف ہو جائے گا جو خداوند کریم نے ہر شعبۂ حیات کے لئے وضع کئے ہیں۔ اور یہ چیز نہ صرف اس کے تمام اعمال کا مطمحِ نظر، محض خوشنودی و رضاءِ الٰہی کو قرار دینے میں اس کی ممد و معاون ہوگی بلکہ اندریں حالات ہر قسم کی تعلیم جو وہ اس کے علاوہ بھی حاصل کرے گا، دین و دنیا میں اس کی سربلندی اور فلاح و کامرانی کا باعث ہوگی۔

رہی تعلیم نسواں تو اسلام نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَۃٍ۔ کے تحت حصولِ تعلیم کو عورت کے لئے فرض قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ازواجِ مطہرات امہات المومنین بھی خواندہ تھیں۔ جن سے محدثینِ کرام روایات اخذ کرتے تھے۔ لکھنا پڑھنا جانتی تھیں حتیٰ کہ کتب اسماء الرجال میں (ایسی کتابیں جن میں حدیث کے راویوں کے حالاتِ زندگی پر تبصرہ ہوتا ہے)، بے شمار عالم، فقیہ اور ادیب عورتوں کے حالاتِ زندگی درج ہیں اور یہ اس زمانہ کی بات ہے جب کہ چار دانگ عالم میں اسلامی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور دشمنانِ اسلام ذلیل و خوار تھے۔

مخلوط تعلیم تو خیر سمِ قاتل ہے ہی لیکن خواتین کو مردوں سے الگ تھلگ رہ کر بھی ایسی تعلیم کی ضرورت ہے جو انہیں باحیا اور پاکدامن رہنے کی تربیت دینے کے ساتھ ساتھ ماں جیسی عظیم ہستی کی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے تیار کرے تاکہ اپنی عملی زندگی میں قدم رکھتے ہی وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ اخلاقی تربیت دے سکیں۔ خدا، رسول اور فکرِ آخرت کو ان کے ذہنوں میں راسخ کر دیں، زمانہ کی مسموم فضاؤں سے ان کو متاثر نہ ہونے دیں۔ اور بچوں میں روحِ جہاد پھونک کر اسلامی تاریخ میں مثالی ماؤں کا کردار ادا کریں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب کہ ان کے لئے بھی قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر اور حدیث شریف کی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ اور جب اس کے باعث ان میں ایمان کی پختگی اور کمالِ عفت پیدا ہو جائے گا تو پھر وہ خواہ کوئی سا علم بھی حاصل کریں گی ان کے لئے مضرت رساں نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ اپنے نسوانی حجاب اور حیا کو محفوظ رکھ کر مردوں کے کاموں میں گھر کی چار دیواری سے نکل کر بھی اگر ان کا ہاتھ بٹائیں گی تو مطعون نہ ٹھہریں گی (بشرطیکہ ہمارا معاشرہ اس کی اجازت دے) کیونکہ صحابہ

کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بیویاں سفرِ حج اور سفرِ جہاد میں ان کی شریک سفر ہوتیں میدانِ جنگ میں زخمیوں کو پانی پلاتیں اور گھوڑوں کی رکھوالی کرتی تھیں لیکن ان تمام صورتوں میں اپنی نسوانیت اور شرم و حیا پر کوئی آنچ نہ آنے دیتی تھیں [1]

الغرض دینی تعلیم و تربیت کی بدولت لڑکیاں خدمتِ شوہر، تربیتِ اطفال، امورِ خانہ داری اور اپنی عفت و عصمت کی حفاظت وغیرہ جیسے ضروری اور بنیادی کاموں کو عبادت سمجھ کر سرانجام دے سکتی ہیں جس کے باعث پورا معاشرہ یکسر اصلاح کی طرف گامزن ہو سکتا ہے اور تمام گھرانے دینی و دنیا کے ہر قسم کے اطمینان سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ خدا کرے ہمارے تعلیمی ادارے اس شعر کی عملی تفسیر بن جائیں ۔

اک مقدس فرض کی تکمیل ہوتی ہے یہاں
قسمتِ نوعِ بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں

---

[1] واضح رہے کہ قرونِ اولیٰ کے ادوار کے مسلم معاشرہ میں اس قدر امن و امان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ۔ عنقریب ایک عورت تن تنہا اپنے سر پر سونے کا مٹکا رکھ کر مکہ سے مدینہ کا سفر کرے گی لیکن اسے راہ میں کوئی ٹوکنے والا نہ ہوگا ۔ اور صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن ہمارے معاشرے میں تو اس کا تصور بھی محال ہے ۔ چنانچہ اسی لئے میں نے اوپر "بشرطیکہ ہمارا معاشرہ اس کی اجازت دے" کے الفاظ نقل کئے ہیں
بشکریہ محدث لاہور

بقیہ — آؤ تصوف کی باتیں کریں

بعض محققین امت نے اس مسئلہ کو اس کے اطلاق پر نہیں چھوڑا بلکہ اس میں تفصیل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو عقل دی ہے شہوت نہیں دی اور بہائم کو شہوت دی اور عقل نہیں دی اور حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں سے نوازا ہے ۔ اب اگر انسان کی شہوت عقل پر غالب آجائے تو بہائم سے بدتر ہے ۔ اس لئے کہ بہائم میں شہوت سے زاجر و مانع نہیں ہے اور اس میں ہے اور اگر اس کی عقل شہوت پر غالب آجائے تو ملائکہ سے بہتر ہے ۔ اس لئے کہ اس نے محنت اور کوشش سے شہوت کو مقہور و مغلوب کیا ۔ بخلاف فرشتوں کے کہ وہاں شہوت ہے ہی نہیں کہ وہ اس کو مغلوب کریں ۔

باقی باقی ۔

فیشن پرستی

بالوں کا رکھنا سنت، ان کی اصلاح اور ان کا اکرام ضروری (ابوداؤد) یہ قطعاً ممنوع ہے کہ بالوں کو پراگندہ رکھا جائے (مالک) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (صحیح مسلم) لہذا اس اصول کی روشنی میں بال خوبصورتی سے سجے ہوئے ہونے چاہییں نہ کہ بکھرے ہوئے بالوں میں کنگھی کی جائے پہلے سیدھی طرف پھر الٹی طرف (صحیح بخاری) سر کے بیچ میں مانگ نکالی جائے (ابوداؤد) بالوں میں کثرت سے تیل ڈالا جائے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے (شرح السنۃ مشکواۃ) بالوں میں خوشبو لگائی جا دے (صحیح بخاری) سفید بال چنے نہ جائیں (ابوداؤد) اگر بال سفید ہو جائیں تو ان کو رنگ لیا جائے تاکہ اہل کتاب سے مشابہت نہ ہو لیکن سیاہ خضاب نہ لگائیں (صحیح مسلم) غرض یہ کہ بالوں کی اصلاح کی کوشش کریں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر وقت بناؤ سنگھار ہی ہوتا ہے۔ یہ جذبہ آرائش و نمائش ایک حد تک تو مسنون ہے لیکن اس کی زیادتی ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جذبہ آرائش کو بالکل آزاد نہیں چھوڑا بلکہ پابندی عائد کر دی کہ روزانہ کنگھی نہ کی جائے بلکہ ایک دن بیچ (ابوداؤد و نسائی) ہاں اگر بال بہت گھنے ہوں تو روزانہ کنگھی کی جا سکتی ہے (نسائی) گویا اسلام ایک معتدل دین ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط۔ بالوں کی لمبائی کی بھی حد بندی کر دی (ابوداؤد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کم سے کم نصف کانوں تک اور زیادہ سے زیادہ کندھوں تک ہوا کرتے تھے (صحیح بخاری) مردوں کو عورتوں کی مشابہت سے منع فرمایا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت سے منع فرمایا (صحیح بخاری) یعنی بعض عورتیں اتنے چھوٹے بال نہ کریں کہ مردوں کے مشابہ ہو جائیں اور نہ مرد اتنے لمبے بال کریں کہ عورتوں کے مشابہ ہو جائیں (غیر مسلمین کی نقالی سے منع فرمایا (ابوداؤد) گیسوؤں کے سلسلہ میں ہیئت یہود سے منع فرمایا (ابوداؤد) عورتوں کو مصنوعی بال جوڑ کر بال لمبے کرنے سے منع فرمایا (صحیح بخاری)

سر کے بالوں کے متعلق احکام کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ کو ان احکام کا علم ہو جائے۔ لیکن اصل مقصد جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے وہ یہ کہ ہم اپنے ایمان و عمل کا جائزہ لیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ہمارا ایمان اللہ اور رسول پر ہے یا فیشن پر؟ ہم خدا پرستی کرتے ہیں یا فیشن پرستی غور کیجئے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہم بالوں میں تیل ڈالیں۔ اگر اللہ یہ حکم دیتا کہ سر میں تیل نہ ڈالا جائے یا بالوں کو خشک رکھا جائے تو یہ حکم ہم پر بڑا بار گزرتا یا تو ہم اسلام کو خیرباد کہہ دیتے، اور اگر یہ نہیں تو ملا کو فرد

برا بھلا کہہ کر دل کی بھڑاس نکالتے۔ لیکن انہی بالوں کا خشک رکھنا فیشن بن کر جب ہمارے سامنے آیا تو ہم نے خندہ پیشانی سے اسے خوش آمدید کہا۔ بتایئے یہ اللہ پر ایمان ہے یا فیشن پر؟

حکم تھا کہ نصف کان سے کندھے تک بال رکھے جائیں، لیکن ہم نے اس کی بھی خلاف ورزی کی جدید طریقہ کے بال رکھے جن کو عرف عام میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ کیا یہ اللہ پر ایمان ہے یا مغربی تہذیب پر؟

سنت یہ ہے کہ سر کے بیچ میں مانگ نکالی جائے۔ ہم نے اس سنت کو بھی چھوڑا۔ یا تو مانگ نکالی ہی نہیں، سارے بال پیچھے موڑ دیئے اور اگر نکالی بھی تو سر کے ایک جانب، بالوں میں جو قانون شریعت کو مد نظر تھا اس کو ہم نے پسند نہیں کیا۔ سیدھی مانگ کے بجائے ٹیڑھی مانگ نکالی۔ اور اسی پر کیا بس ہے ہمارا ہر کام ٹیڑھا ہو گیا۔ دل بھی کج ہو گئے۔ اب ہم فیشن کی تو پرواہ کرتے ہیں شریعت کی پرواہ نہیں کرتے۔

عورتوں نے سر پر کوہان نما بال رکھنے شروع کر دیئے۔ فیشن پرستی نے حسن و دلکشی کا باغ اجاڑ دیا لیکن ان کو احساس تک نہ ہوا۔ نقالی کا جذبہ دل و دماغ پر اس قدر مستولی ہوا کہ جذبۂ تزئین و تحسین فیشن پرستی کی نذر ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدہا برس پہلے ایسی عورتوں کی پیشین گوئی کر دی تھی جن منجملہ اور صفات کے یہ صفت بھی بیان کی تھی اور پھر فرمایا تھا کہ ایسی عورتوں کو جنت کی خوشبو بھی میسر نہ ہو گی (صحیح مسلم) غرض یہ کہ ہم نے وہ کام کیا جس کی ممانعت تھی۔ کیا اسی کا نام ایمان باللہ ہے۔

مزید سنیئے۔ یہ فیشن پرستی اور مغربی تہذیب کی نقالی ہمیں کہاں سے کہاں لے گئی لیجئے اب گدی پر بھی بال بڑھنے شروع ہو گئے۔ بد ہیئتی اور بدنمائی کی یہ ایسی زندہ مثال ہے کہ اس کے متعلق کچھ نہ کہا جائے تو بھی کافی ہے۔ اگر اس طرح بال رکھنا اسلامی طریقہ ہوتا تو کیا یہ ایمان کا دعوٰی کرنے والے اس طرح کے بال رکھتے؟ کیا ایسا کرنے والوں کو دحشی اور جنگلی نہ کہا جاتا۔ کیا اسلام کو غیر مہذب دور کا مذہب نہ کہا جاتا لیکن افسوس نقالی اور فیشن پرستی نے خوبصورتی کے فطری رجحان کو ملیامیٹ کر دیا یہ ہے ایمان بالفیشن کاش یہ بات اللہ اور رسول کے احکام کے ساتھ ہوتی تو پھر اپنی بہاریں دکھاتا اور نقالی نے جو احساس کمتری پیدا کر کے ہمیں ذلیل کر دیا یہ نوبت نہ آتی۔ ہماری تہذیب زندہ ہوتی، ہمارا وقار بلند ہوتا اور ہم دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور اور متمدن قوم ہوتے۔

اب بھی وقت ہے۔ سنبھل جایئے۔ ایمان باللہ کو استوار کیجئے اس دن کو یاد کیجئے جس دن آپ کو اللہ کے سامنے حساب دینا ہے اس دن اللہ کے عذاب سے بچانے والا کون ہو گا یہ دنیا چند روزہ ہے یہ وہاں کام نہ آئے گی یہ فیشن پرستی فلاح کا باعث نہ بنے گی بلکہ غضب الٰہی کا موجب ہو گی جن کی نقالی پر آپ کو ناز ہے یہ وہاں آپ کے کچھ کام نہ آ سکیں گے وہاں احکام الٰہی کی تعمیل میں محض اللہ کی رضا کے لئے جو کام کئے ہوں گے وہی کام آئیں گے اگر آپ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو اللہ کی حاکمیت تسلیم کیوں نہیں کرتے؟ اگر محمد رسول اللہ آپ پڑھتے ہیں تو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع کر کے اللہ کی حاکمیت کا عملی ثبوت کیوں نہیں پیش کرتے جب تک اللہ کی پسند ہماری پسند نہ بن جائے اللہ کی حاکمیت کا دعوٰی صرف زبان پر ہے دل کی گہرائیوں میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔

آؤ تصوّف کی باتیں کریں

اس عنوان کے تحت دو مسائل ذکر کئے گئے ہیں جو ہمارے عقیدہ سے متعلق ہیں۔ پہلا مسئلہ کہ طاعت قرب کی علت نہیں ختم ہو گیا۔ دوسرا مسئلہ کہ انسان ملائکہ سے برتر ہے چل رہا ہے امید ہے اس بحث سے سامعین محظوظ ہوں گے۔

طاعت قرب حق کی علت نہیں۔

طاعت قرب حق کی علت نہیں بلکہ قرب حق طاعت کی علت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بندگی کا معلول نہیں بلکہ بندگی اللہ تعالیٰ کی معلول ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو ان کی قلیل اور تھوڑی سی عبادت سے وہ قرب عطا کرتا ہے کہ بعض بندوں کو ان کی کثیر عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً نوح علیہ السلام نے بڑی طویل عمر پائی اور اس عمر میں انہوں نے طاعت و عبادت بھی بہت کی مگر ان کو وہ قرب خداوندی حاصل نہ ہوا جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف تیئیس سال کی قلیل عمر میں۔ اگر عبادت و طلب حق کی علت ہوتی تو نوح علیہ السلام کو حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ قرب حاصل ہونا چاہیے تھا اس لئے کہ ان کی طاعت و عبادت زیادہ تھی۔ معلوم ہوا کہ فضل اور بزرگی اللہ تعالیٰ کی عنایت اور نوازش سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیلۃ القدر خیرٌ من الفِ شھر قدر والی ایک رات جو ماہِ رمضان میں آتی ہے ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضور علیہ السلام کے اصحاب کو علم ہوا کہ حضرت یوشع ابن نون نے ہزار ماہ مسلسل روزے رکھے اور ہزار مہینوں کی راتوں کو اللہ کی عبادت میں متواتر بیدار اور ہزار مہینہ کفار کے ساتھ جہاد میں مصروف رہے ہیں۔ اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو یوشع پر کثرتِ ثواب اور فراوانی عبادت پر رشک آیا اور رونے لگے اور کہنے لگے کہ پہلی امتوں میں ایسی فضیلت رکھنے والے انسان ہوئے ہیں افسوس کہ ہم ان کا مقام نہیں پا سکتے اس لئے کہ ہماری قلیل عمریں اس کی مساعدت و معاونت کرنے سے قاصر و کوتاہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر ان کے قلوب کو دولت سکینہ و طمانیت عطا کی کہ اے محبوب تیری امت کا صرف لیلۃ القدر کا احیاء کرنا یوشع بن نون کے ہزار مہینہ کے روزوں اور ان کی راتوں کی بیداریوں اور ان کے جہادوں سے بدرجہا بہتر ہے۔ یعنی یوشع ابن نون کی کثرت عبادت سے جو انہوں نے ہزار مہینہ میں کی

وہ مقام قرب اور انعام اجر و ثواب نہیں پایا جو تیری امت کو صرف ایک رات کی بیداری اور طاعت سے میسر ہوگا۔ اگر طاعت قرب حق کی علت ہوتی تو حکم یہ نہ ہوتا بلکہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔

بنی آدم ملائکہ سے افضل ہیں۔

جو لوگ بنی آدم کے ملائکہ پر تفضیل کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ ملائکہ ساجد ہوئے اور آدم مسجود اور مسجود ساجد سے افضل ہوتا ہے۔ لہذا آدم ملائکہ سے افضل ہے یہی عقیدہ اہل سنت و جماعت کا ہے۔ دوسری دلیل بنی آدم کے ملائکہ سے افضل ہونے کی یہ ہے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بنی آدم کی خدمت پر مقرر کیا ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق وہ انسانوں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ اس معنی سے ملائکہ انسانوں کے خادم ٹھہرے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی انسانوں کو ملائکہ کا خادم نہیں کہا۔ ملائکہ ہی خادم ہیں اور انسان مخدوم اور ظاہر ہے کہ مخدوم خادم سے اعلیٰ اور برتر ہوتا ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ ملائکہ کو صرف مقام بندگی عطا ہوا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی اپنا ولی۔ خلیل۔ دوست نہیں فرمایا۔ بخلاف بنی آدم کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازش بیکراں سے ان کو مقام دوستی مرحمت فرمایا جیسا کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے حق میں فرمایا واتخذ اللہ ابراہیم خلیلاً - اللہ نے ابراہیم کو پکڑا یعنے اپنا دوست بنایا اور حضور نبی اکرم کے حق میں فرمایا مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی اے محبوب آپ کے رب نے آپ کو نہ چھوڑا اور نہ آپ سے منہ موڑا۔ یہ آیت کریمہ بھی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت و ولایت کا مژدہ سناتی ہے کیونکہ وہ دوست ہی ہوتا ہے جس کو نہ چھوڑا جائے نہ اس سے منہ موڑا جائے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے حق میں فرمایا یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ وہ ان سے محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ جملہ اہل ایمان سے محبت کرتا ہے اور جملہ اہل ایمان اس سے محبت کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ان کا دوست ہے۔ اور وہ اس کے دوست ہیں۔ جاننا چاہیے کہ دوستی کا مقام بندگی کے مقام سے برتر اور اونچا ہے۔ بندگی مقام ذلت اور دوستی مقام عزت ہے۔ بندہ ذلیل ہے اس کے سوا اس کا کوئی مقام نہیں اور دوست عزیز ہے اس کے سوا اس کا کوئی وصف اور حال نہیں۔ جب اس تقریر سے بندگی اور دوستی کا مقام واضح ہو گیا تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آ گئی کہ ذلیل عزیز کے برابر نہیں ہو سکتا اس تقریر سے یہ بات مبرہن اور روشن ہو گئی کہ فرشتے مقام بندگی میں ہیں اور بنی آدم مقام محبت اور دوستی میں۔ فرشتے صرف بندے ہیں اور انسان بندے بھی اور محبوب بھی۔ لہذا انسان ملائکہ سے افضل ہیں۔

بقیہ صد ۲۴ پر

صائم محمد فیض احمد اویسی رضوی ــ بہاول پور

احسن البیان مقدمہ تفسیر القرآن

(گذشتہ سے پیوستہ)

معتصم نے تنگ آکر امام صاحب کو لعنتی کہا اور اپنے آدمیوں کو کہا کہ انہیں کھینچو لیکن ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان لکڑی اڑا دی جائے۔ اس کے بعد جلادوں کو کوڑے مارنے کا حکم دیا۔ جلاد ایک دو کوڑے لگا کر پیچھے ہٹ جاتے یکے بعد دیگرے کئی جلادوں نے کوڑے مارے لیکن معتصم نے جلادوں سے کہا اے کمبختو زور سے کوڑے مارو پھر امام صاحب سے کہا اپنی ضد سے باز کیوں نہیں آتے امام صاحب اپنے عقیدہ پر مضبوط تھے پھر جلاد کو معتصم نے کہا کہ جلاد یکے بعد دیگرے زور زور سے کوڑے لگاؤ۔ اسی طرح سے امام صاحب پر کوڑے پڑتے رہے یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ پھر جب انہیں اسی طرح سے کوڑے لگائے جا چکے تو انہیں تلواروں کی نوک چبھو کر اٹھایا گیا انہیں پاؤں تلے روندا اور گھسیٹا گیا پھر معتصم نے حکم دیا کہ امام صاحب کو جیل میں واپس بھیج دیا جائے جہاں وہ اٹھارہ دن محبوس رہے۔ صلاے ۳ کہا جاتا ہے کہ کوڑے اس شدت اور بے رحمی سے لگائے گئے کہ ان کی پنڈلی پر تا زندگی آثار و نقوش رہے حافظ کا بیان ہے صلا ۲۲۲ حکایت حضرت انس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد میں مقیم تھا تو قید خانہ سے چیخ کی آواز آئی میں نے پوچھا یہ کیسے ہے تو بتایا گیا کہ احمد بن حنبل پر ابتلا کی سختیاں ہو رہی ہیں میں وہاں چلا گیا تو آپ پر کوڑے برس رہے تھے جب کوڑا پڑھتا تو پڑھتے بسم اللہ دوسرے پر پڑھتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ تیسرے پر پڑھتے القرآن کلام اللہ غیر مخلوق چوتھے پر پڑھتے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ اس طرح آپ کو بالتفصیل کوڑے لگے صاحب ہذا اس لکھتے ہیں کہ آپ کو مسئلہ خلق قرآن کے متعلق بہت مشقت اٹھانی پڑی اگرچہ آپ پر خلیفہ وقت نے بڑا ظلم کیا اور سخت سزا اور تکلیفیں دیں لیکن آپ اپنے مسلک پر مضبوط رہے حافظ کا بیان ہے کہ امام صاحب کو تین کوڑے لگے تو ان کی شدت ضرب سے کئی مرتبہ آپ کا پیشاب خطا ہو گیا۔ امام احمد بن حنبل کو خلق قرآن کے مسئلہ پر سزا کی خوب خوب خیر نصیب ہوئی۔ صاحب ہذا اس لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو وصال کے بعد کسی بزرگ نے پوچھا کیا حال ہے آپ نے فرمایا بہت خوب جبکہ دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ الٰہی میں پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا احمد اوذیت فینا فانظر الی وجھنا ــ اے احمد ہمارے لئے تجھے دکھ دیا گیا بس تو ہمارا دیدار کر لے ـ محشی ہذا اس سے نقل کرتا ہے کہ احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے وصال کے بعد امام صاحب سے پوچھا حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا کیا فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے بخش دیا اور فرمایا احمد

یا احمد احدمنت فی ما قلت قال نعم قال یا احمد ھذا وجہی فانظر الیہ ۔ حضرت امام شافعی کی روایت سے پتہ چلا کہ اللہ والوں کے ملبوسات باعث برکات اور موجب شفا اور باعث نجات ہوتے ہیں سیدنا احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس تصلب کو دیکھ کر ان کے بعض پیروکاروں نے مسئلہ خلق قرآن میں اتنا غلو کیا کہ قرآن پاک کے حروف اور الفاظ و کلمات وغیرہ کو بھی بلکہ قرآن پاک کی جلد کاگتہ اور کاغذ اور غلاف وغیرہ کو بھی غیر مخلوق اور قدیم مانا یہاں تک کہ سیدنا و مولانا و غوثنا و غوث الوری و غوث العالمین الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی طرف منسوب ہے کہ آپ بھی قرآن پاک کے حروف تہجی کو قدیم مانتے ہیں واللہ اعلم بالصواب حضرت مولانا چشتی عبد العزیز چشتی پرروی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ مذکورہ بالا الفاظ امام احمد حنبل نے خود فرمائے ہوں مگر اس کی توجیہ یوں ہوگی صرف معتزلہ کو چڑانے کے لئے کہے ہوں گے ورنہ ان کا ایسا جاہلانہ عقیدہ حاشا وکلا اگر بقول امام صاحب صحیح ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ بدمذاہب کو چڑانا ہمارے آئمہ کا قدیم سے شیوہ ہے اس لئے حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں اپنے زمانہ کے بدمذہبوں وہابیوں کے لئے ہمیں تلقین فرمائی۔

دشمنِ احمد پر شدت کیجئے	ملحدوں کو کہاں مروت کیجئے
مثل فارس میں مرے ہو نجد میں	ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ سے جل جائیں دنیا کے دل	یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے ایس کا چرچا صبح و شام	جانِ کافر پر قیامت کیجئے۔
ہر کسے ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب	جانِ کافر پر قیامت کیجئے

کرامیہ اور فلاسفہ اور معتزلہ اللہ تعالیٰ کی کلام حادث اور مخلوق مانتے ہیں لعض حنبلی جو نرے جاہل ہیں وہ نہ صرف قرآن پاک کو بلکہ تمام حروف اور گتہ اور کاغذ اور غلاف وغیرہ کو قدیم مانتے ہیں اہل سنت

ق ۔ نہیں ہو سکتا۔

۳ ۔ فی مسئلہ القرآن ۔ اگر مولانا یہ غلط قول حضرت شیخ عبد القادر جیلانی اور امام احمد بن حنبل کی نسبت سے نہ لکھتے تو بہت اچھا ہوتا اس لئے کہ ان حضرت کا شان اس قول سے جو کہ جاہلانہ ہے بہت بعید بلکہ ابعد ہے ۔ بد مذاہب کو غیظ و غضب میں ڈالنے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کے نظریات کے خلاف ہمارا قول و عمل ہو ۔ مثلاً یہی کہ جو حاضر و ناظر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں ان کو چڑانے کے لئے یا رسول اللہ کا نعرہ لگائیں اور یہ نعرہ حق ہے جاہلانہ عقیدہ نہیں ۔ (گو ہم)

ن ۔ م